اُردو رسم الخط اور اکیسویں صدی

ڈاکٹر عظمت رباب

Dr. Azmat Rubab

Associate Professor, Department of Urdu,

Lahore College For Women University, Lahore.

Abstract:

Persian Script was selected for Urdu writing . Hindi is writtten in Dev-Nagri Script. Urdu Script is more useful than Hindi Script. This article shows the importance of Nastaleeq. Nastaleeq's Script is easy in writing. It is right hand written script and has the most attraction.

زبان ہمارے جذبات وخیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔اس کی بدولت انسان کو عام حیوانوں کے مقابلے میں حیوانِ ناطق کہا گیا ہے۔زبان ہی نے دنیا میں تہذیب وتمدن اور مل جل کر رہنے بسنے کی بنیاد ڈالی ہے۔اگر زبان ایجاد نہ ہوتی تو انسانی معاشرت اور تہذیب وتمدن کا نام بھی سننے میں نہ آتا۔زبان کی تحریری صورت کا نام رسم الخط ہے۔زبان کب اور کہاں ایجاد ہوئی۔ اس کے متعلق وقت اور جگہ کا تعین کرنا مشکل ہے۔وقت کا تصور ایسا ہے جسے ہر کسی نے اپنے انداز سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اسے ماضی، حال اور مستقبل سے تعبیر کیا گیا۔اس کی تقسیم کے لیے صدیوں،قرنوں، سالوں، مہینوں، دنوں، گھنٹوں، منٹوں اور سیکنڈوں کا نظام وضع کیا گیا۔قمری اور شمسی سال میں اسے ماپا گیا۔ادیب وشاعروں نے اسے اپنے انداز اور نقطہ نظر سے جانچا۔ فلسفیانہ سطح پر اس کی توجیہات کی گئیں۔اقبال نے اس فلسفے کو شاعرانہ انداز میں یوں پیش کیا ہے:

سلسلۂ روز و شب ، نقش گرِ حادثات
سلسلۂ روز و شب ، اصلِ حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب ، تارِ حریرِ دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلۂ روز و شب ، سازِ ازل کی فغاں
جس سے دِکھاتی ہے ذات زیر و بمِ ممکنات
تجھ کو پرکھتاہے یہ ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب ، صیر فیِ کائنات
تو ہو اگر کم عیار ، میں ہوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برات ، موت ہے میری برات

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات
آنی وفانی تمام معجزہ ہائے ہنر
کارِ جہاں بے ثبات ، کارِ جہاں بے ثبات
اول و آخر فنا ، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نو ، منزلِ آخر فنا(۱)

اس کے بعد ساری نظم میں اقبال نے اپنے عشق، فن، مردِ مومن، عشق و عقل کے تصورات کو پیش کیا ہے۔ آخری بند کا ایک شعر ہے:

جس میں نہ ہو انقلاب ، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

ان اشعار کو اگر ہم اردو رسم الخط کے حوالے سے دیکھیں تو اردو رسم الخط نے ابتدا سے اکیسویں تک کے ربع اول تک کئی انقلابات دیکھے اور ان کا سامنا کیا لیکن اس کی بنیاد میں جو نقوش شامل تھے وہ اتنے مضبوط تھے کہ اب تک قائم و دائم ہیں اور ان کی اصل خوبصورتی اسی بنیاد کی وجہ سے ہے۔ یہ بنیاد عربی اور فارسی کی ہے۔ اردو کو رومن میں ڈھالنے کا مشورہ بھی دیا گیا اور اسے ہندی کے ساتھ ملا کر ایک ہی بھاشا بھی کہا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اردو رسم الخط، ہندی سے بالکل مختلف ہے اور اس کا رسم الخط اور ذخیرۂ الفاظ ہی اسے ہندی سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ صورت تحریری ہے اور رسم الخط کا تعلق تحریر سے ہوتا ہے وگرنہ مشرقی اور مغربی پنجاب کی پنجابی کی طرح اردو اور ہندی بولنے میں تقریباً ایک ہی جیسی ہے۔

اردو کا رسم الخط درحقیقت عربی رسم الخط ہے، چند تبدیلیاں عمل میں لانے کے بعد عربی خط کو اردو زبان کے لیے موزوں بنا لیا گیا ہے۔ کسی زبان کے نظامِ حروف وتہجی میں جو حروف ونشانات ہوتے ہیں وہ اس کے بولنے والوں کی زبان کی مختلف آوازوں کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن کسی بھی زبان کے حروفِ تہجی اس کی تمام ممکنہ بامعنی آوازوں کی درست نمائندگی نہیں کر سکتے، کم وبیش تمام زبانوں کے املا اور حروفِ تہجی اس لحاظ سے نامکمل ہوتے ہیں۔

رسم الخط اور املا میں فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ رسم الخط کسی بھی زبان کو لکھنے کی ''معیاری صورت'' یا روشِ تحریر ہے لیکن کسی بھی رسم الخط کے مطابق درست طریقے سے لکھنے کا نام املا ہے۔ اردو کے لیے آج کل پاکستان میں ''نستعلیق'' کا رواج ہے۔ یہ رسم الخط ہے۔ ٹائپ میں اردو کے لیے خطِ نسخ کام آتا ہے، یہ بھی رسم الخط ہے۔ دفاتر میں عرصہ تک خطِ شکستہ کا استعمال ہوتا رہا ہے، یہ سب رسم الخط ہیں لیکن ہر رسم الخط میں الفاظ کی ہجوں کے مطابق درست ترتیب اور اس کو درست لکھنا املا کہلاتا ہے۔ اردو کو دیوناگری رسم الخط میں لکھا جاتا ہے تو اسے ہندی کہہ دیتے ہیں حالانکہ زبان ایک ہی ہے۔ رسم الخط کے فرق سے اس کا نام ہی بدل جاتا ہے۔ پریم چند کے ناول اور افسانے خطِ نستعلیق میں چھپتے ہیں تو اردو کہلاتے ہیں، دیوناگری میں یہی ہندی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح پنجابی زبان کو مغربی پنجاب میں عربی رسم الخط کے مطابق لکھا جاتا ہے جبکہ مشرقی پنجاب (بھارت) میں یہی پنجابی گورمکھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔

موجودہ دور میں عالمگیریت کا بہت چرچا ہے۔ دنیا کو گلوبیل ویلج کہا گیا ہے کیونکہ اب انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک رابطے اور ابلاغ منٹوں میں نہیں بلکہ سیکنڈوں میں ہو جاتے ہیں۔اس کا اثر سیاست، معاشرت، معیشت، تاریخ اور ادب پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پوری دنیا میں تقریباً ہر جگہ اردو زبان کے لکھنے، پڑھنے اور بولنے والے افراد پائے جاتے ہیں۔ان کی تعداد مختلف ممالک میں اوسطاً کم یا زیادہ ہو سکتی ہے لیکن اب انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو زبان اور رسم الخط بھی عالمی سطح پر رائج ہے اور سمجھی جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ حروف اصل میں انسانی آواز کے اجزا کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کو ملا کر الفاظ کی شکل وجود میں آتی ہے۔اردو رسم الخط کی بنیاد عربی رسم الخط ہے لیکن عربی میں حروفِ تہجی کی تعداد ۲۸ جبکہ فارسی میں ۳۲ ہے۔ فارسی نے عربی رسم الخط کو اختیار کیا لیکن فارسی میں کچھ نئی آوازیں تھیں جو کہ عربی میں نہیں تھیں لہٰذا ان کو ادا کرنے کے لیے عربی حروفِ تہجی میں اضافہ کیا گیا۔ جب یہ رسم الخط اردو کے لیے اختیار کیا گیا تو پھر یہی مسئلہ پیش آیا۔ ہندوستان میں مقامی بولی میں بہت سی نئی آوازیں تھیں جنھیں ادا کرنے کے لیے نئے حروفِ تہجی اس میں شامل کیے گئے اور اس طرح اردو حروفِ تہجی کی تعداد مولوی عبدالحق کے مطابق ۵۰ اور مقتدرہ قومی زبان کے مطابق ۵۷ ہے۔اس طرح سے اردو حروفِ تہجی مختلف آوازیں ادا کرنے کے قابل ہوئے لیکن اس سے کچھ مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔رسم الخط کے ماہرین ان مسائل کے حل کے لیے مختلف تجاویز دیتے رہتے ہیں لیکن زبان کے معاملے میں یہ حقیقت سامنے رکھنی چاہیے کہ کوئی بھی رسم الخط مکمل طور پر تمام انسانی آوازوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے جس کی وجہ سے ماہرینِ لسانیات نے سائنسی لسانی رسم الخط وضع کیا ہے۔

عربی رسم الخط پہلے ایران پھر افغانستان میں آیا۔ایران میں اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ عربی رسم الخط کو بھی اختیار کر لیا گیا۔فارسی زبان میں کچھ مخصوص آوازیں ہیں جن کے لیے نئے حرف وضع کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔عربی خط میں اتنی لچک تھی کہ اس کے لیے حروف وضع کر لیے گئے۔ب کی ہم شکل پ بنائی گئی جس کے نیچے تین نقطے لگا دیے گئے۔ج کی ہم شکل چ بنائی گئی جس کے پیٹ میں تین نقطے لگا دیے گئے۔ز کی ہم شکل ژ بنائی گئی اور اس کے اوپر تین نقطے لگا دیے گئے۔ک کے ہم شکل گ بنایا گیا اور اس پر مرکز کے دو خط کھینچ دیے گئے۔فارسی زبان اس طرح عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ان کی تقلید میں پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی زبان اردو کو عربی خط میں لکھا۔عربی اور فارسی زبانوں کے الفاظ وتراکیب اردو میں بلاتکلف استعمال ہوتی ہیں اس لیے اہلِ ایران کی اصلاحات کو جوں کا توں قبول کر لیا گیا۔ ہندی کی مخصوص آوازوں میں عربی میں گنجائش پیدا کی گئی اور تین حروف وضع کیے گئے۔

ت کی ہم شکل ٹ　　　　د کی ہم شکل ڈ　　　　ر کی ہم شکل ڑ

بنائی گئی۔ ہندی کی مخلوط آوازیں مثلاً بھ، پھ، تھ، جھ وغیرہ اردو میں آسانی سے لکھی جا سکتی ہیں۔اس طرح اردو خط میں کافی وسعت پیدا ہوئی۔ برصغیر میں رسم الخط کے حوالے سے اسے دیوناگری رسم الخط میں لکھنے کے حوالے سے ہندوؤں کی تجویز کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> ''۱۸۵۷ء کے صرف دس سال بعد ۱۸۶۷ء میں انھوں نے حکومت سے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ سرکاری دفتروں اور عدالتوں میں اردو کے بجائے ہندی دیوناگری رسم الخط میں رواج

دیا جائے۔ اس پر سرسید احمد خان نے جو اس سے پہلے تک ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے حامی تھے، تعجب و تاسف کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ اب ہندو اور مسلمان قومیں ہندوستان میں مل کر نہیں رہ سکتیں۔ یہیں سے دو قومی نظریے، قوم، قومیت، متحدہ قومیت، ہندو قومیت اور مسلم قومیت کے موضوعات و مسائل پر بحث کا آغاز ہوا۔'' (۲)

اردو اپنے ذخیرۂ الفاظ اور صرف ونحو کے اصول سے ایک مخلوط زبان ہے۔ اسی طرح اس کا رسم الخط بھی مخلوط ہے۔ اردو رسم الخط کی کچھ دشواریاں ہیں جس میں سرِ فہرست ہم صوت حروف اور املا کی مشکلات ہیں۔ مختلف حروف کی آوازیں ایک ہی جیسی ہیں مثلاً: الف، ع ت، ط ث، س، ص ذ، ز، ظ، ض

ان حروف میں سے زائد کو نکال دینے اور کوئی ایک ہی موزوں حرف اختیار کرنے کی تجاویز بھی دی گئیں لیکن اس بات کو فراموش کر دیا گیا کہ یہ محض حروف یا آوازیں نہیں ہیں بلکہ اپنے ساتھ ایک پورا تاریخی اور لسانی پس منظر رکھتی ہیں۔ اگر عربی الفاظ کی جگہ فارسی اور فارسی کی جگہ عربی حروف لگا دیے جائیں تو لفظ کا مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا مثلاً کسرت و کثرت، صورت و سورت، ظن و زن۔ ہم جس طرح اردو میں سے عربی و فارسی الفاظ حذف نہیں کر سکتے اسی طرح ان حروف کو بھی نہیں نکالا جا سکتا۔ اس کا حل یہ کیا جا سکتا ہے کہ محقق کو فارسی الاصل، عربی الاصل اور ہندی الاصل حروف کی شناخت ہونی چاہیے، اس طرح ان کے لیے الفاظ کی شناخت آسان ہو جائے گی۔

ہندوؤں نے اردو زبان میں وہی مہارت حاصل کر لی تھی جو انھیں کسی وقت فارسی میں حاصل تھی۔ حتیٰ کہ انیسویں صدی کے نصف اول میں جب فارسی کی جگہ اردو کو سرکاری دفتروں اور عدالتوں میں رائج کر دیا گیا تو بھی، کسی ہندو کی طرف سے انگریزوں کے اس رویے کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی گئی۔ سب نے اسے اردو کا حق سمجھا کہ وہ اپنی وسعت و مقبولیت کے سبب سرکاری منصب پر فائز ہو۔ اردو کی اس حیثیت کے پیشِ نظر یہ بات بدیہی سمجھی جا رہی تھی کہ اگر کسی وقت ہندوستان آزاد ہوا تو اس آزاد مملکت کی سرکاری اور قومی زبان اردو ہو گی لیکن مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے پر ہندوؤں کے سوچنے کا انداز یکسر بدل گیا۔ ان میں ہندو مذہب اور ہندو قومیت کا جذبہ، ایک سیاسی قوت کی شکل میں ابھرنا شروع ہوا اور اتنی شدت کے ساتھ کہ وہی مسلماں قوم جو کل تک ان کی حاکم تھی اور تہذیبی و ثقافتی ہر اعتبار سے ان سے بہتر و برتر تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی نظروں میں کمتر اور ملیچھ ہو گئی۔ اب ہر وہ چیز ان کی نظروں میں کھٹکنے لگی جس پر مسلم ثقافت کا سایہ ہو۔ چنانچہ ہندو قومیت کے احیا کے لیے ہندی کے نام سے ایک نئی زبان کا پرچار کیا جانے لگا اور اردو زبان میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیڑے نکالے گئے۔ کسی نے کہا اردو ہندوستان کی نہیں بدیسی زبان ہے۔ کسی نے کہا چونکہ یہ دائیں سے بائیں کو قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے اس لیے صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ کسی نے کہا اس کی پیدائش اور پرورش مسلمانوں اور مسلمان حکمرانوں کے زیرِ سایہ ہوئی ہے اور اس پر اسلامی تہذیب کا غلبہ ہے اس لیے یہ ہندوؤں کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا گیا کہ اردو کا رسم الخط مشکل ہے اس لیے اس کا سیکھنا سکھانا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ بعض نے یہ الزام لگایا کہ اس کا دائرہ اثر صرف شہروں تک محدود ہے۔ گاؤں کے لوگ اسے بہت کم سمجھتے ہیں۔'' (۳)

رسم الخط کا تعلق صرف لکھنے کے طریقے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس منظر میں تہذیب اور تہذیبی اقدار ہوتی ہیں۔

اردو رسم الخط میں عربی اور فارسی کا پس منظر شامل ہے اور مسلمانوں کی شاندار تاریخ بھی۔ ہم اسے دیوناگری رسم الخط میں تبدیل کرنے کے بجائے اسے موجودہ صورت ہی میں لاگو کرنے پرتوجہ دیں اور اس احساسِ کمتری سے پیچھا چھڑانے پر توجہ مرکوز کریں جو اردو کے حوالے سے ہمارے لوگوں میں سرایت کر گئی ہے۔ معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کے بجائے ذمہ دارانہ رویہ اپنائیں اور اردو رسم الخط کو اسی صورت میں پیش کریں جو ہے۔

اردو رسم الخط دیوناگری رسم الخط میں درج ذیل فرق ہیں:

۱۔ اردو رسم الخط دائیں سے بائیں جبکہ دیوناگری رسم الخط بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا ہے۔

۲۔ اردو میں اعراب کے لیے حروف کے بجائے زیر، زبر اور پیش جبکہ دیوناگری کے لیے ماترائیں استعمال کی جاتی ہیں۔

۳۔ اردو کے حروف اور ان کی آوازیں عربی اور فارسی سے بہت قریب ہیں۔ یہ قربت اردو والوں کے لیے عربی اور فارسی سیکھنے میں مدد دیتی ہے۔ عربی و فارسی والے بھی بآسانی اردو میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ عربی و فارسی سے ہمارا جو ثقافتی و تہذیبی اور اسلامی و دینی رشتہ ہے، اردو رسم الخط ان رشتوں کو استوار کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ ہندی میں سنسکرت الفاظ کی کثرت ہے۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے ''مقالاتِ تحقیق'' میں نظریاتی اور عملی تحقیق پر مشتمل مضامین میں متعدد ایسی مثالیں دی ہیں جس میں الفاظ کی اصل بتائی ہے کہ کیا ہے اور یہ کہ حروف اور الفاظ کس طرح زبان میں شامل ہوتے ہیں۔ اگر محقق کسی لسانی مطالعے پر تحقیق کر رہا ہے تو اسے عہد بہ عہد رسم الخط اور املا کی خصوصیات کا علم ضرور ہونا چاہیے۔ اس سے اس کی تحقیق خالص تحقیقی انداز میں آگے بڑھ پائے گی۔ دوسری صورت میں وہ کئی لغزشوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ (۴)

اردو ایک مستقل زبان ہے اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ موجود ہیں۔ اس کا رسم الخط بھی جامع ہے۔ کوئی دوسرا رسم الخط اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اردو میں عربی کے تمام حروف لکھے جا سکتے ہیں۔ فارسی خط کے تمام حروف اردو میں موجود ہیں۔ اردو میں ہندی خط کے بھی تمام حروف آسانی سے ادا کیے جا سکتے ہیں۔ اردو زبان میں انگریزی کی آوازیں بھی منتقل کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح اردو رسم الخط جامع ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ بیک وقت مفصل بھی ہے اور مختصر بھی۔

اردو رسم الخط پر اعتراض بھی کیے گئے ہیں جن میں ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں حروفِ تہجی کی تعداد زیادہ ہے۔ اس میں ہم صوت الفاظ زیادہ ہیں، اعراب کی دشواریاں ہیں، کچھ حروف لکھے تو جاتے ہیں لیکن پڑھے نہیں جاتے وغیرہ۔ لیکن ان سب اعتراضات کے باوجود اردو باثروت زبان ہے اس میں ذخیرۂ الفاظ کی ثروت بھی ہے، وسعت بھی ہے اور جامعیت بھی اور اردو رسم الخط اکیسویں صدی کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، بالِ جبریل، نظم مسجدِ قرطبہ، لاہور: اقبال اکیڈمی، اشاعتِ سوم، ۱۹۹۵ء، ص: ۴۲۰۔۴۱۹

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو قومی یکجہتی اور پاکستان، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۱ء

۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ہندی اردو تنازع۔ ہندو مسلم سیاست کی روشنی میں، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع دوم، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۸

۴۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مقالاتِ تحقیق، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء